ڈاکٹر شگفتہ فردوس
جی سی ویمن یونی ورسٹی ، سیالکوٹ۔

ذوق جمالِ مستقبل کا امیں-احسان دانش

Aesthetic sense for bright future Ihsan Danish

Ahsaan Danish is renowned poet of modern Urdu literature. He was self-made, self-taught poet with full of energetic message of revolutionary thoughts. His poetry reflects optimistic approach towards hardships of life. His message for the deprived people of our society is to be optimistic, future will be yours. Through his poetry and work he proved that man can achieve his goals through his determination, then all doors of success will be open for such people who consider hurdles and pain in this life are just a challenge, which lead human being towards success. His services to Urdu literature and language are remarkable.

Key words: Renowned, Literature, Energetic, Revolutionary, Deprived, Hurdles, Language.

ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر لکھنے والے قادرالکلام شعراء میں احسان دانش کی شاعری انسانیت کی آواز بن کر ابھری۔ اُن کے شعری موضوعات مقصدیت، عشق، مجازی و حقیقی کے پس منظر میں اُمید و آرزو کے عکاس ہیں۔ جس میں خودداری کا جوہر، خود شناسی کا عنصر شامل ہے۔اُن کی شاعری میں مشاہدہ کائنات کے ساتھ ساتھ جذبے کا رنگ آمیز ہو کر بہتر مستقبل کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ انھوں نے زندگی کے تلخ حقائق کو بہت قریب سے دیکھا اور محسوس کیا، اوران تجرباتِ حیات کو جب لفظوں میں ڈھالا تو جذبے اور احساس کی حدت نے اُنھیں اعلیٰ درجے کا شاعر بنادیا۔۔ اُنھیں نظم و غزل میں فنی اعتبار سے یکساں مہارت حاصل تھی۔عوام الناس میں وہ "شاعرِ مزدور" کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ "حدیثِ ادب"، "نوائے کارگر"، ن"فیرِ فطرت"، "دردِ زندگی"، "چراغاں"، "زخم و مرحم"، "آتشِ خاموش"، "جادہ نو"، "شیر ازہ، "مقامات"، اور "گورستان" اُن کے شعری مجموعے ہیں۔ انھوں نے جس عہد میں آنکھ کھولی اُس میں دو عالمگیر جنگوں کے باعث بے معنویت، معاشی استحصال، سماجی و اخلاقی اقدار شکست و ریخت کا احساس اُردو ادب میں نمایاں رجحان تھا۔لوگوں کے دلوں میں سرمایادارانہ اور جاگیردارانہ نظام کے خلاف بغاوت اور بیزاری کا احساس بیدار ہوا۔ جس سے فکری، نفسیاتی، اور معاشی نظریات میں

تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ڈاکٹر انور سدید اس تحریک کو اپنے عہد کے انھی بدلتے ہوئے رویوں کا ردعمل قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"ترقی پسند تحریک مجموعی طور پر اُس اضمحلال، مایوسی، اور قنوطیت کا ردعمل تھی،
جسے بیسویں صدی کے رُبع سوم نے اچانک اُبھار دیا تھا۔"(۱)

اُن کی شاعری کسی سیاسی نظریے کے فروغ یا معاشی نظریے کے پرچار پر مبنی نہیں، بلکہ دردمندی کے احساس کے زیر اثر نوعِ انسانی کو ہمت و جرات کے پیغام سے آشنا کرتی ہے۔اُن کے عمیق مشاہدہ حیات اور احساسات کے باعث اُن کے شعری موضوعات میں وسعت پائی جاتی ہے۔جو خاصتاً ان کے اپنے تجربات کی دین ہیں۔اس حوالے سے انجم رومانی رقم طراز ہیں:

"ان کی نظموں میں تجربوں، مشاہدوں اور احساسات کے امتزاج کے
سبب وسعت ہے، جو پہلو دار ہیں"(۲)

اُنھوں نے مزدوروں اور کسانوں کے مسائل کو بھی موضوعِ شعر بنایا اور انسانیت سے وابستہ احساسات کو اُجاگر کیا۔ان کا شمار اُردو ادب کے اُن شعراء میں ہوتا ہے جن میں خودنگری کا احساس بدرجہ اُتم پایا جاتا ہے۔اُن کے عزم و حوصلہ، مستقل مزاجی نے اُنھیں آلامِ حیات سے نبرد آزما ہونے کا اِک نیا ڈھب سکھایا، وہ زندگی کی آزمائشوں اور مسائل سے برگشتہ و خائف نہیں ہوئے بلکہ اُن کے مقابل جواں مردی سے ڈٹ کر کھڑے ہوئے، حتٰی کہ کامیابیوں اور کامرانیوں نے اُن کے قدم چومے۔اُن کی شاعری لوگوں کو اپنی ہمت سے مستقبل سنوارنے کا فن سکھاتی ہے۔اور وہ اپنے قاری کو روشن مستقبل پر نگاہ رکھنے پر مائل کرتے ہیں۔خواہ اُس مستقبل کا تعلق جہانِ عارضی سے ہو یا آخرت کی ابدی حیات سے:

نہیں ہیں رحم کے خوگر مصیبتوں کے ہجوم
دلا سکیں گے مگر عزم و رزم تجھ کو نجات
عجیب چیز ہے ذوقِ جمالِ مستقبل
اِسی کی نقش گری ہے حیات ہو کہ ممات(۳)

فلسفہ حیات و ممات کو بطریقِ احسن اپنے شعر میں سمونے والے اس شاعر نے رازِ حیات سے آشنائی بہت جلد حاصل کر لی تھی، اور اس آشنائی نے اُس کے لئے آگہی کے نئے در وا کیے۔احسان دانش نے اپنی زندگی کو ایسی نہج

پر ڈالا جس میں مایوسیوں کا گزر نہیں ہوتا، یہی سبب ہے کہ وہ ہر آنے والی مشکل کے مقابل ڈٹ جانے والوں میں سے تھے، انھیں اپنی اس صلاحیت کا بخوبی اندازہ تھا، اور اِسے وہ اپنا کمالِ فن بھی سمجھتے تھے جس کا اظہار نہایت فخر سے کرتے ہوئے کہتے ہیں:

آندھیوں سے میری شمعیں جھلملا سکتی نہیں
روشنی چھینی ہے میں نے ظلمتِ آلام سے
میرے شہ پاروں کی کھائیں گے قسم اہلِ کمال
میں نے سیّارے تراشے ہیں چراغِ شام سے (۴)

احسان دانش نے جہاں اپنے عہد کے سماجی و معاشی نظام سے پیدا ہونے والی مشکلات کو اپنی شاعری میں بیان کیا، وہیں ان مسایل سے پیدا ہونے والی مایوسی سے اپنے قاری کو بچانے کی سعی بھی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کے نزدیک جواں مردی سے یاس و حرماں کو شکست دی جا سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حوادثِ دہر اُن کے عزم کو متزلزل نہیں کر سکتے، اسے وہ مردانہ شان کے خلاف سمجھتے ہیں:

حادثاتِ دہر سے مایوس ہو میری بلا
یاس و حرماں سے جھجکنا مرد کی فطرت نہیں (۵)
حوادث سے اُلجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے دشواریوں پہ اشک برسانا نہیں آتا (۶)

شاعر کی اُفتادِ طبع اُسے ہر مشکل سے نکلنے کے لئے راہ سجھاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مایوسی کو منفی قوت قرار دیتے ہیں جو انسانی تخلیقی صلاحیتوں کو سلب کر لیتی ہے۔ اور انسان اس کائنات میں خود کو تنہا اور بے یار و مددگار سمجھنے لگتا ہے۔ اور اس کی کیفیت اس دنیا کے سمندر میں خس و خاشاک کی مانند رہ جاتی ہے۔ احسان دانش انسان کو مایوسیوں کی اِسی دلدل میں گرنے سے بچانے کے لئے اُسے اُمید کا دامن تھامے رکھنے کی تلقین کرتے ہیں کہ بجزِ اس کے انسان کا ٹھکانہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا:

نظر پہ جلوں کی حکمرانی، دلوں پہ مایوسیوں کا پرتو
اگر چھڑا لے اُمید دامن، کہاں ٹھکانہ ہے آدمی کا (۷)

مسلسل اُمیدوں میں ہے زندگانی

نہ دے دل کو مایوسیوں کی اجازت (۸)

مقصدیت اور اُمید ورجااُن کی شاعری میں معنویت کی حامل ہیں۔یہ اُن کے اُس عزم صمیم کی مظہر ہے جو اُنھوں نے زندگی کی تلخیوں سے کشید کیا۔اس عزم نے ان کے کلام اور شخصیت کو کو خلفشارِ بیم سے بچا کر انفرادیت عطا کی۔اِسی سے اُن کا وہ رنگ وروپ اُبھرا جو انھیں ہر میدان میں کامیابیوں کی زینے چڑھاتا چلا گیا:

لہو میں ہے مرے امید، کے گرمی قیامت کی

میں آزادی کا حامی خلفشارِ بیم کیا جانوں (۹)

احسان دانش کے شعری مجموعے "نوائے کارگر" میں شامل نظموں میں اُمید کا رنگ نمایاں ہے، ان کی نظم "انتسابِ حیات"، ہو یا "شاعر کا مسلک" اُس میں مرکزیت اُمید کو حاصل ہے، اِسی طرح نظم "کوششِ رنگیں"، میں بھی اُمید کا رنگ غالب ہے۔ان میں موجود خود شناسی کے جوہر نے اُنھیں تاریک راہوں کو منور کرنے کا جوہر عطا کیا۔وہ اپنے عمل سے اپنی قسمت کو تبدیل کرنے ہر یقین کامل رکھتے تھے:

مجبور سہی معذور سہی میدانِ عمل میں آتے ہی

اُمید کی دُھندلی بستی کو لبریزِ تجلّی کرلوں گا (۱۰)

یا کہیں اقبال کے رنگ میں قاری کو مایوسیوں سے دامن چھڑا کر اپنی خفتہ صلاحیتیں اُجاگر کرنے کا پیغام کچھ اس انداز میں دیتے ہیں:

مٹادیا جسے سیلابِ نامرادی نے

وہی بساط، وہی دورِ جام پیدا کر

تری تڑپ ہی تب وتابِ زندگانی ہے

عمل وروں کے دیاروں میں نام پیدا کر (۱۱)

حسان دانش کے شعری مجموعہ "نفیرِ فطرت" میں شامل نظموں میں بھی روشن مستقبل کی نوید سُنائی دیتی ہے۔اُن کی نظموں "حسنِ نظر"، "ایک آرزو"، "عزمِ مردانہ" اور "سرگذشت"، میں ہمیں اُمید ملتی ہے۔جسے وہ منشائے فطرت بھی قرار دیتے ہوئے اسے انسان کی وہنمائی کے لئے ایک روشن مچال کے طور پر پیش کرتے ہیں:

منعقد ہے جشنِ فطرت حسبِ منشائے اُمید
ذرے ذرے میں جھلکتی ہے، تجلّائے اُمید (۱۲)

احسان دانش کی شاعری میں جمود کے بجائے ایک حرکی تصور اُبھرتا ہے۔ جیسا کہ نظم "چلا چل" میں حرکت و عمل کا پیغام اور اُمید کی روشنی ملتی ہے۔ اِسی لیے وہ جہدِ حیات کو حیاتِ نو کا پیش خیمہ قرار دیتے ہیں۔ عارف عبدالمتین زندگی کے حرکی شعور کو اشتراکیت اور حقیقت پسندی کی عطا قرار دیتے ہیں جس سے رجائیت پیدا ہوتی ہے اور اسی قوت سے شاعر رزم گاہِ حیات میں کامیاب ہوتا ہے:

"زندگی کا یہی رواں دواں (حرکی) شعور شاعر کو رجائیت کی ضوفشاں خصوصیت سے ہمکنار کرتا ہے۔ وہ تاریک ترین حالات میں بھی سپر انداز ہونے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ منفی قوتوں کے خلاف اس کا مجادلہ مستقل صورت اختیار کرلیتا ہے۔ اُس کے چہرے پر گھبراہٹ اور پریشانی کے آثار کبھی نمودار نہیں ہوتے۔ وہ قنوطیت کی زنجیروں کو ایک جراتِ رندانہ اور نعرہ مستانہ سے کاٹ پھینکتا ہے۔"(۱۳)

ریت کی سلوٹ ہے، ہر دشواری راہِ عمل
فطرتِ بے تاب و عزمِ مستقل رکھتا ہوں میں (۱۴)

جہانِ نو میں برنگِ کشاکشِ پیہم
حیاتِ نو کے سلیقے سکھا رہا ہے کوئی (۱۵)

سیاسی ابتری ہو یا حاکمانہ استبداد انھوں نے کسی کے سامنے سر خم نہیں کیا، کسی صورت مایوسی کو دامن گیر ہونے نہیں دیا۔ اُن کی اسی اُمید پرستی و آرزومندی نے اُن کی شاعری کو رجائی آہنگ دیا۔ وہ دکھوں اور غموں سے نجات کے لئے یقینِ کامل کو مشعلِ راہ بنا کر بہتر مستقبل کی نوید سناتے ہیں:

ڈرو نہ وقت کی سختی سے دیکھتے جاؤ
انھیں دبیز اندھیروں سے ضو بھی نکلے گی
سنک پڑیں گی ہوائیں، مہک اُٹھیں گے چمن
حجابِ شب سے وہ اک صبحِ نو بھی نکلے گی (۱۶)

محمد توقیر گنگوہی ادب کا مقصد ہی افرادِ معاشرہ کو اُمید اور خوشی کا پیغام دینا قرار دیتے ہیں۔ اُن کے نزدیک شاعری کا منشا ہی پیامِ حیات دینا ہے۔ اس حوالے سے وہ احسان دانش کے شعری مجموعے "مقامات" کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

"شعر و ادب کا مقصد الٹی سیدھی "ایجاد بندہ" نہیں بلکہ مغموم دلوں کو مسرور کرنا، شکستہ خاطروں کو زندگی کا پیغام دینا اور بھولے بھٹکوں کو راہِ راست پر لانا اس کا منشا ہے۔"(۱۷)

احسان مرا شعر، مرا خون، مری روح
خوابیدہ کو کابوس ہے، بیدار کو پیغام (۱۸)

اُن کے نزدیک موت بھی انسان کی زندگی کا خاتمہ نہیں کرتی بلکہ اک نئے سفر کی علامت ہے جس کے بعد اک اور جہاں ہمارے عمل کا منتظر ہے، یہ ایک کیفیت سے دوسری کیفیت میں ڈھلنے کا نام ہے۔ ان کی منظومات ہمیں اپنی صلاحیتوں کو آزمانے کا زمانہ کا حوصلہ عطا کرتی ہیں۔ وہ نظم "قیمتِ غم" میں حوادثِ زمانہ کو انسانی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ احسان دانش کے نزدیک جرات مندی اور خودداری کی شمشیر سے ہر مشکل کو شکست دی جاسکتی ہے:

صیقل گرِ ہستی ہیں زمانے کے حوادث
ہر گز نہ ہو آلام کی کثرت سے ہراساں
ہوتی ہے سحر رات کے پہلو سے ہویدا
ویرانہ ظلمات میں ہے چشمہ حیواں (۱۹)

احسان دانش کے کلام میں تسخیرِ کائنات کی تمنا اُبھرتی ہے جو قاری کے دل کو عظمتِ انسانی کے احساس سے روشناس کراتی ہے۔ عظمتِ بشریت جس نے انسان کو اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز کیا، اُسی کے بلبوتے پر انسان ہفت آسماں تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعر چاہتا ہے کہ انسان محض اپنے حال پر قانع نہ ہو بلکہ مستقبل پر نگاہ بھی رکھے:

پرواز تیری باغِ شفق تک ہوئی تو کیا
اُڑ اور بلند رفعت، ہفت آسماں تک ہو
شعلوں سے کھیل، برقِ چمن کا اُڑا مذاق
یہ کیا کہ عشق خار و خسِ آشیاں سے ہو (۲۰)

احسان دانش نے اپنی فکری صلاحیتوں کو مثبت و تعمیری شاعری کے لئے استعمال کیا، اُن کی مقصدی شاعری نے انسان کو اُس کی عظمت کا احساس دلا کر حوادثِ زمانہ کے مقابل، اپنی استقامت سے کامیابیوں کے نئے در وا کرنے کا ہنر سکھایا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری بجاطور پر مستقبل کی امیں بن جاتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ انور سدید، ڈاکٹر۔ اردو ادب کی تحریکیں۔ کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، طبع پنجم۔ ۲۰۰۵ء، ص ۵۳۲

۲۔ عشرت رومانی۔ مقصدی شاعری، کراچی: نفیس پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص، ۱۲۴

۳۔ احسان دانش۔ مقامات۔ لاہور: مکتبہ دانش، سنہ ندارد۔ ص ۵۶

۴۔ احسان دانش۔ نوائے کارگر۔ لاہور: مکتبہ دانش۔ ۱۹۶۱ء، ص ۱۹

۵۔ احسان دانش۔ مقامات۔ لاہور: مکتبہ دانش، سنہ ندارد۔ ص ۱۳۸

۶۔ ایضاً، ص ۱۷۵

۷۔ احسان دانش۔ نوائے کارگر۔ لاہور: مکتبہ دانش۔ ۱۹۶۱ء۔ ص ۲۰۹

۸۔ احسان دانش۔ مقامات۔ لاہور: مکتبہ دانش، سنہ ندارد۔ ص ۱۵۴

۹۔ احسان دانش۔ نوائے کارگر۔ لاہور: مکتبہ دانش۔ ۱۹۶۱ء۔ ص ۲۰۱

۱۰۔ احسان دانش۔ نفیرِ فطرت۔ لاہور: مکتبہ دانش، سنہ ندارد۔ ص ۳۶

۱۱۔ احسان دانش۔ مقامات۔ لاہور: مکتبہ دانش، سنہ ندارد۔ ص ۴۰

۱۲۔ احسان دانش۔ نفیرِ فطرت۔ لاہور: مکتبہ دانش، سنہ ندارد۔ ص ۸۴

۱۳۔ عارف عبد المتین۔ امکانات۔ لاہور: ٹیکنیکل پبلشرز، ۱۹۷۵ء۔ ص ۱۰۳

۱۴۔ احسان دانش۔ مقامات۔ لاہور: مکتبہ دانش، سنہ ندارد۔ ص ۱۸۶

۱۵۔ احسان دانش۔ شیرازہ۔ لاہور: مکتبہ دانش، سنہ ندارد۔ ص ۱۸۰

۱۶۔ ایضاً، ص ۲۳

۱۷۔ محمد توقیر گنگوہی۔ "پیش لفظ"۔ مقامات۔ احسان دانش۔ لاہور: مکتبہ دانش، سنہ ندارد۔ ص ۱۱
۱۸۔ احسان دانش۔ شیر ازہ۔ لاہور: مکتبہ دانش، سنہ ندارد۔ ص ۵۲
۱۹۔ احسان دانش۔ مقامات۔ لاہور: مکتبہ دانش، سنہ ندارد۔ ص ۸۵
۲۰۔ احسان دانش۔ شیر ازہ۔ لاہور: مکتبہ دانش، سنہ ندارد۔ ص ۷۴